جناب اختر راہی۔ ایم۔ اے

خوشحال خان خٹک

اور

اقبال

خوشحال خان خٹک پشتو زبان کا عظیم شاعر ہے۔ اس سے پہلے چند ایک نظمیں اور غزلیں ہی پشتو ادب کا کل سرمایہ تھیں۔ مرزا خان انصاری (م ۱۰۳۰ھ) نے پشتو شاعری میں متصوفانہ خیالات پیش کر کے تنوع پیدا کیا تھا۔ مگر ابھی تک اس میں ہمہ گیری اور وسعت کا فقدان تھا۔ اس خلا کو خوشحال خان خٹک نے پر کیا۔ خوشحال خان ایک عالم، شاعر و نثار ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب سیف بھی تھا۔ خوشحال خان کے کلام میں تصوف، سیاست، اخلاقیات، جنسیات، حکمت اور سیر و شکار غرضیکہ ہر موضوع پر اشعار ملتے ہیں۔ خوشحال خان نے تنہا پشتو ادب کو جو کچھ دیا ہے، اس سے پہلے کے تمام شعراء و ادباء مل کر بھی اتنا کچھ نہ دے سکے۔

خوشحال خان ضلع پشاور کے اکوڑہ نامی قصبے میں ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء میں پیدا ہوا، اس کا والد شہباز خان مغل دربار میں منصبدار تھا۔ ایک منصبدار کا بیٹا ہوتے ہوئے اعلیٰ درجے کی تعلیم پائی اور فنون سپہ گری، تیغ زنی، نیزہ بازی، گھوڑ سواری، تیراکی وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ باپ کی وفات پر خوشحال خان قبیلے کا سردار چنا گیا اور شاہجہان کی طرف سے منصبدار مقرر ہوا۔ خوشحال خان سے شاہجہان نہایت خوش تھا۔ اور اسے انعاموں، جاگیروں اور اعزازات سے نوازتا رہا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں خوشحال خان کچھ اپنے عزیزوں اور کچھ دوسرے حاسدوں کی سازش سے بادشاہ کا معتوب ہو گیا اور قلعہ رنتھمبور میں قید کر دیا گیا۔ ایام اسیری میں اس کا واحد شغل شعر و شاعری تھا۔ اس دور کے کلام میں وطن عزیز کی یاد اور اہل و عیال کا تذکرہ ہے۔ غزلوں میں بے پناہ دکھ، کرب اور تلخی جھلکتی ہے۔

قید سے رہائی کے بعد مغلوں کا جانی دشمن بن گیا اور مرتے دم تک مغلوں سے برسرپیکار رہا

خود اورنگ زیب کو خوشحال خان کی قبائلی جنگ کی خاطر لاہور آنا پڑا اور بہیں بھیجنی پڑیں۔ خوشحال خان کی زندگی کے آخری تیس ۳۰ سال بے سروسامانی اور پریشان حالی میں گزرے۔ اس کے عزیز و اقارب حتیٰ کہ بیٹے بھی ساتھ چھوڑ گئے۔ وہ قبائل کو مغلوں کے خلاف اس حد تک مجتمع نہ کر سکا جتنا کہ وہ چاہتا تھا۔ آخر ۱۱۰۰ھ/۱۶۹۱ء میں وفات پائی۔

خوشحال خان کا کلام سرحد کے پیر و جواں کی زبان پر ہے۔ اور آج دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے خوشحال خان کی نظمیں انگریزی میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔ ایچ۔ جی۔ راورٹی (H. G. RAVERTY) نے SELECTIONS FROM THE POETRY OF THE AFGHANS میں خوشحال خان کی نظموں کے ترجمے پیش کئے۔ سی۔ ای۔ بیڈلف (C. E. BIDLUPH) نے ______ (AFGHAN POETRY OF THE 17th CENTUR) میں بھی خوشحال خان کا کلام پیش کیا۔ ۱۸۶۲ء میں E. HOWELL اور CAROE نے THE POEMS OF KHUSHAL KHAN KHATTAK کے نام سے کچھ منظومات کا ترجمہ کیا۔

علامہ اقبال نے خوشحال خان کے ان تراجم میں آخر الذکر کا تفصیلی مطالعہ کیا تھا اور انہیں خوشحال خان کی حریت پسندی اور جذبات حریت اس قدر پسند آئے کہ انہیں اردو یا فارسی جامہ پہنانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء کے ایک خط میں نیاز الدین خان کو لکھتے ہیں:

"افسوس کہ میں پشتو نہیں جانتا، ورنہ سرحد کی مارشل شاعری کو اردو یا فارسی لباس پہنانے کی کوشش کرتا۔" (مکاتیب اقبال ص۱۰۱)

خوشحال خان کے پشتو تراجم کے ذریعے اہل علم متعارف ہو رہے تھے اور خوشحال خان کا تفصیلی مطالعہ کرنا چاہتے تھے۔ پروفیسر محمد شفیع نے اس بارے میں استفسار کیا۔ انہیں لکھتے ہیں:

"خوشحال کھٹک (خٹک) مشہور محب وطن پر میں نے ایک مختصر نوٹ لکھا ہے جو "اسلامک کلچر" حیدر آباد میں شائع ہوگا۔" (اقبال نامہ ص۲۲ ج اوّل)

علامہ اقبال کا یہ نوٹ اور اٹھارہ نظموں کا ترجمہ اسلامک کلچر کی اشاعت مئی ۱۹۲۸ء میں چھپا۔ خوشحال خان خٹک کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Throughout his poetry the major portion of which was written in India, and during his struggles with the Mughuls, breathes the spirit of early Arabian poetry. We find in it the same simplicity an directness

of expressions, the same love of freedom and war, the same criticism of life." [1]

۱۹۳۲ء میں جاوید نامہ شائع ہوا جس میں یہ اشعار موجود ہیں ؎

آشترے یابد اگر افغان حر | با براق و ساز و با انبار در
ہمت دانش از آن انبار در | می شود خوشنود با زنگ شتر [2]

یہ اشعار خوشحال خان خٹک کی ان اشعار سے ماخوذ ہیں :

ترجمہ :- (افغان کتنے جاہل بے وقوف اور نکمے ہیں۔ یہ بوچڑ خانے کے کتے ہیں مغل کے سیم و زر کے لئے بادشاہی ہار بیٹھے اور مغلوں کے منصوبوں کی ہوس ان کے دامنگیر ہے۔

اموال و اسباب سے لدا ہوا اونٹ ان کے گھر آیا مگر یہ اس کے گلے کی گھنٹی کو مال غنیمت سمجھ کر اس کے لئے آپس میں لڑنے لگے۔

علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" کے ان اشعار میں خوشحال خان کی طرح اور غالباً اس سے تاثر لیکر افغانیوں کے قومی کردار پر روشنی ڈالی ہے۔

اکتوبر، نومبر ۱۹۳۳ء میں علامہ اقبالؒ، راس مسعودؒ اور سید سلیمان ندویؒ حکومت افغانستان کی دعوت پر افغانستان کے نظام تعلیم کے بارے میں صلاح مشورہ دینے کے لئے افغانستان گئے اس سفر میں علامہ نے پشتو زبان بولنے والوں سے گفتگو کی۔ ان کے افکار و نظریات کا جائزہ لیا اور ان کی نفسیات کا مطالعہ کیا۔ پشتو زبان و ادب اور پشتو بولنے والوں سے ان کا تعلق خاطر مزید مضبوط ہوا۔ علامہ کو افغان قوم اور ان کی زبان پشتو سے جو دلچسپی تھی۔ اس کا اظہار مندرجہ ذیل اقتباس [3] سے ہوتا ہے:

"میں افغانوں کو ایک جفاکش اور سخت کوش جاندار قوم کی حیثیت سے احترام کرتا ہوں ——— افغانوں کی تاریخ کے سلسلے میں ہندوستان اور افغانستان دونوں جگہ بہت کام کرنا ہے۔ یہ قوم جس نے محمد غوری، علاء الدین خلجی، شیر شاہ سوری، احمد شاہ ابدالی امیر عبدالرحمان خان، شاہ نادر شاہ اور سب سے بڑھ کر ہمارے زمانے کے سب

---

[1] اسلامک کلچر مئی ۱۹۲۸ء [2] جاوید نامہ طبع دوم ص ۲۰۰ [3] فارسی اگرچہ ایک ہزار سال سے افغانستان کی علمی و ادبی اور سرکاری زبان ہے۔ تاہم افغانستان کے عوام کی مادری زبان ہمیشہ سے پشتو رہی ہے۔

سب سے بڑے مسلمان اور عظیم ایشیائیوں میں سے ایک مولانا سید جمال الدین افغانی جیسے لوگوں کو جنم دیا ہے" [1]

مولوی نجم الغنی نے اپنی تالیف "اخبار الصنادید" علامہ کو بھیجی۔ علامہ نے مندرجہ ذیل تاثرات کا اظہار کیا:

"قوم افغان کی اصلیت پر آپ نے خوب روشنی ڈالی۔ کثرت غالباً اور افاغنہ یقیناً اسرائیلی الاصل ہیں۔ قاضی امیر احمد شاہ رضوانی جو خود افغان ہیں، ایک دفعہ مجھ سے فرماتے تھے کہ لفظ "فغ" قدیم فارسی میں بمعنی "بت" آیا ہے۔ اور افغان میں الف سالبہ ہے۔ چونکہ ایران میں بود و باش رکھنے کے وقت افغان بت پرست نہ تھے۔ اس واسطے ایرانیوں نے انہیں افغان کے نام سے موسوم کیا۔

میرے خیال میں حال کی پشتو زبان میں بہت سے الفاظ عبرانی اصل کے موجود ہیں۔ اگر تحقیق کی جائے تو مجھے یقین ہے نہایت بار آور ہوگی"۔ [2]

پشتو زبان سے علامہ کی دلچسپی ظاہر ہے۔ مگر مسلمانوں کے مفادات کے پیش نظر افغانستان کی قومی زبان پشتو بنانے کی تحریک کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ سفر افغانستان کے دوران میں انجمن ادبی افغانستان کے ناظم عبدالحی خان ملے، سید ندویؒ لکھتے ہیں:

"(عبدالحی خان) اس تحریک کے کہ افغانوں کی قومی زبان پشتو کو ترقی دیکر یہاں کی تعلیمی وعلمی و سرکاری زبان بنائی جائے، علمبردار ہیں۔ انہوں نے آنے کے ساتھ ڈاکٹر اقبال سے اسی موضوع پر گفتگو شروع کی، ڈاکٹر صاحب نے زبانوں کی نشوونما اور ترقی پر اصولی بحث فرمائی اور اس بات پر زور دیا کہ زبان ایک قوم کے مختلف افراد کی باہم پیوستگی کا سب سے ضروری اور موثر ذریعہ ہے۔ لیکن اگر اس تحریک سے قوم کے افراد میں اتحاد کی بجائے اختلاف رونما ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ پیوستگی کا پیغام ہونے کی جگہ نزاعات اور اختلافات کا ترانہ جنگ ہے جس سے افغان قوم کو موجودہ منزل میں بہت کچھ بچنا چاہئے۔" [3]

۱۹۳۵ء میں "بال جبریل" شائع ہوئی "بال جبریل" میں پانچ شعروں کی ایک مختصر نظم "خوشحال خان کی وصیت" کے عنوان سے درج ہے۔

---

[1] دیباچہ "افغانستان" (تالیف جمال الدین احمد و عبدالعزیز) بحوالہ ماہ نو اپریل ۵۹ ۱۹ء صفحہ ۱۲
[2] انوار اقبال صفحہ ۲۸۴ [3] سیر افغانستان صفحہ ۱۴۸-۱۴۹

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم ! ... کہ ہو نام افغانیوں کا بلند
محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ... ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند
مغل سے کسی طرح کم تر نہیں ... کہستاں کا یہ بچۂ ارجمند
کہوں تجھ سے اے ہمنشیں دل کی بات ... وہ مدفن ہے خوشحال خاں کو پسند
اڑا کر نہ لائے جہاں باد کوہ ... مغل شہسواروں کی گرد سمند

اس نظم کے ذریعے علامہؒ نے پہلی بار اردو خواں طبقے کو خوشحال خان سے متعارف کرایا، اس بات کا انہیں خود بھی احساس ہے۔ حاشیہ میں مندرجہ ذیل تعارفی تحریر لکھی ہے :

"خوشحال خان خٹک پشتو زبان کا مشہور وطن دوست شاعر تھا جس نے افغانستان کو مغلوں سے آزاد کرانے کے لئے سرحد کے افغانی قبائل کی ایک جمعیت قائم کی صرف آفریدیوں نے آخر دم تک اس کا ساتھ دیا۔ اس کی تقریباً ایک سو نظموں کا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۲ء میں لندن میں شائع ہوا تھا" ²

چونکہ علامہ پشتو زبان نہیں جانتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ترجمہ، انگریزی ترجمہ سے کیا تھا۔ ترجمہ میں یہ امر پیش نظر رہنا چاہئے کہ ہر زبان کا ایک مزاج ہے جو کسی دوسری زبان میں منتقل نہیں ہو سکتا۔ علامہ انگریزی ترجمے سے آزاد ترجمہ کرتے ہوئے بلاشبہ محسوس کرتے ہوں گے کہ ترجمہ در ترجمہ کی وجہ سے کہیں خوشحال خان کے اصل خیالات مسخ نہ ہو جائیں۔ اس لئے انہوں نے خوشحال خان کے افکار کو فرضی نام سے پیش کیا۔

۱۹۳۶ء میں "ضرب کلیم" شائع ہوئی جس میں "محراب گل افغان کے افکار" کے زیر عنوان اشعار لکھے گئے ہیں۔ ان اشعار میں اگرچہ عصری مسائل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ مگر ان کی روح خوشحال خان کے کلام سے مستعار ہے ۔

اے مرے فقیر غیور فیصلہ تیرا ہے کیا ... خلعت انگریز یا پیرہن چاک چاک

گرچہ مکتب کا جوان زندہ نظر آتا ہے ... مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس
پرورش دل کی اگر مد نظر ہے تجھ کو ... مرد مومن کی نگاہ غلط انداز ہے بس

---

¹ اسلامک کلچر مئی ۱۹۲۸ء　² بال جبریل

7ہ جم

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی ! یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی
اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن بنتی ہے بیاباں میں فاروقیؓ و سلمانیؓ
صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا تلوار ہے تیزی میں صہبائے مسلمانی [1]

"ضرب کلیم" کی اشاعت پر "محراب گل افغانی" نام سے لوگ چونکے کہ یہ حضرت کون ہیں۔؟ علامہ عرشی امرتسری نے استفسار کیا۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۶ء کے مکتوب میں جواب دیتے ہیں۔

"محراب گل محض فرضی نام ہے۔" [2]

علامہ اقبال اور خوشحال خان کا تفصیلی تقابلی مطالعہ اور تجزیہ اس مختصر سے مقالہ میں ممکن نہیں تاہم سرسری طور پر باز، عقاب اور شاہین کی تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ دونوں شعراء نے اس پرندے کو تشبیہ کے طور پر استعمال کیا۔ خوشحال خان کے ہاں "باز" یا "شاہین" محض گہرے ذاتی مشاہدے کا تاثر ہے۔ مگر علامہ کے کلام میں ایک کرداری علامت (SYMBOL) اور اشاریت کا روپ اختیار کر گیا ہے۔

خوشحال خان "باز" کی تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں یہ صفات اس میں نظر آتی ہیں:

۱۔ وہ انتہائی بلندیوں میں پرواز کرتا ہے۔ اور یہ عروج و ارتقاء کی علامت ہے۔
۲۔ باز اپنا شکار آپ تلاش کرتا ہے، کسی کا دریوزہ گر نہیں۔ یہ خود اعتمادی اور غیرت کی علامت ہے۔
۳۔ باز نہایت بلند پہاڑوں میں بسیرا کرتا ہے، جو اس کی آزاد منشی اور بلند ہمتی کی نشانی ہے۔

زبور عجم کی اشاعت (۱۹۲۷ء) تک علامہ کے کلام میں شاہین اور عقاب کے صرف جھپٹنے اور تیز نگاہی کے اوصاف کا پتہ چلتا ہے اور ان اوصاف کا تذکرہ بعض فارسی شعراء نے کیا ہے۔ مگر "بال جبریل" (۱۹۳۵ء) میں "شاہین" اپنے جملہ اوصاف کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ "شاہین" کے اوصاف اقبالؒ کے الفاظ میں یہ ہیں:

۱۔ خود دار اور غیرت مند ہے کہ اور کے ہاتھ کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔
۲۔ بے تعلق ہے کہ آشیانہ نہیں بناتا۔
۳۔ بلند پرواز ہے۔
۴۔ خلوت پسند ہے۔
۵۔ تیز نگاہ ہے۔ [3]

۱۔ ضرب کلیم ۲۔ اقبال نامہ ح ۱ ص ۲۰۴ ۳۔ اقبال نامہ ح ۱ خط بنام ظفر احمد صدیقی۔

اس پس منظر میں بال جبریل کی نظم "شاہین" کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے مفکرانہ انداز پر خوشحال خان کا کس قدر گہرا اثر ہے ۔

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا — جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ
بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھ کو — ازل سے ہے فطرت مری راہبانہ
نہ بادِ بہاری، نہ گلچیں، نہ بلبل — نہ بیماریٔ نغمۂ عاشقانہ
خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم — ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ
ہوائے بیاباں سے ہوتی ہے کاری — جوانمرد کی ضربتِ غازیانہ
حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں — کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ
جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا — لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ
یہ پورب یہ پچھم چکوروں کی دنیا — مرا نیلگوں آسماں بے کرانہ

پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ (بالِ جبریل)

عبادات وعبدیت

از شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

طاعات خداوندی کا سرچشمہ محبت	اسلام اور ہجرت
اللہ کی محبوبیت اور مالکیت	رمضان المبارک اور برکات رمضان
اعمال صالح کی خاصیتیں	عیدالفطر
امت کا امتیازی وصف	زکوٰۃ اور عشر کا فلسفہ
کامیاب و بامراد زندگی	حج کی اہمیت اور فضیلت

حضرت شیخ الحدیث کے ایمان افروز رقت انگیز اور روح پرور مواعظ وخطبات کا
تازہ مجموعہ

قیمت صرف دو روپے

مکتبہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک